برکۃ العصر مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

ابن الحسن عباسی

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کا نام بچپن میں معلوم نہیں کب سنا، البتہ درس نظامی کے ثانویہ عامہ میں ان کی مرتب کردہ کتاب "زادالطالبین" پڑھنے کا جب موقع ملا تو ان کا تفصیلی تعارف سامنے آیا، یہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منتخب احادیث کا مجموعہ ہے، جسے حضرت نے نحو کے مختلف قواعد کے اجراء کی غرض سے نحوی اصول واصطلاحات کے پس منظر میں مرتب فرمایا ہے، انہوں نے اس کا ایک مختصر حاشیہ بھی لکھا ہے۔

اس کے بعد حضرت کے مختلف مضامین اور کتابیں نظر سے گذرتی رہیں، ان کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اپنے مضامین بڑے اہتمام کے ساتھ پاک وہند کے مختلف رسالوں میں اشاعت کے لیے بھیجتے رہتے تھے، بہت سارے بزرگ اور علماء جب یہاں سے ہجرت کر کے باہر چلے جاتے ہیں تو عموماً ان کا رابطہ منقطع ہو جاتا ہے، لیکن حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقالات ومضامین، کتابیں اور رسائل باقاعدگی کے ساتھ زور وشور سے یہاں شائع ہوتے رہے اور محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ یہاں نہیں، بلکہ مدینہ منورہ میں ہیں۔

پاکستان کے دینی مدارس کے بارے میں وہ بہت فکر مند رہتے تھے، جب بھی مدارس کے خلاف کسی سرکاری منصوبے کا انہیں علم ہوجاتا تو وہ فکر مند ہوجاتے اور اپنی دانست کے مطابق مدارس کے لیے مختلف قسم کی تجاویز ارسال فرماتے، وہ دینی مدارس کے نصاب میں ترمیم وتبدیلی کے مخالف تھے، اس کے بجائے وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ پاکستان کے عصری اداروں کے نظام تعلیم کو ٹھیک طرح کا مسلمان بنایا جائے، تاکہ وہاں سے پڑھ کر نکلنے والا دین کی بنیادی تعلیمات سے تو کم از کم واقف ہو اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں کسی قسم کے احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔

ملک کے موقر دینی رسائل کے مضامین وہ بہت غور واہتمام کے ساتھ مطالعہ کیا کرتے تھے اور کوئی قابل گرفت چیز نظر آتی تو فوراً بلا کسی تاخیر کے تنبیہی خط لکھتے، اس میں وہ بڑے، چھوٹے کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے۔

دینی مدارس کے نصاب میں بعض جزوی ترامیم کی تجاویز پر مشتمل اس ناکارہ کا ایک مضمون "الفاروق" میں شائع ہوا، حضرت نے چار صفحات پر مشتمل ایک طویل خط لکھا، اس میں قدیم نصاب کی اہمیت پر زور دیا اور ان تجاویز کی بڑی سختی کے ساتھ تردید فرمائی، اس وقت اس ناکارہ کا حضرت سے تعارف نہیں تھا، رفتہ رفتہ خط وکتابت کا

سلسلہ شروع ہوا، میں نے ان کی خدمت میں اپنی بعض کتابیں بھیجیں، خاندانی تعارف ہوا تو حضرت غائبانہ توجہ اور شفقت فرمانے لگے، پھر شوال ۱۴۲۰ھ میں دار العلوم کراچی کی پچاس سالہ دستار بندی کے موقع پر حضرت کی زیارت وملاقات ہوئی، اسی سال حج کے موقع پر بھی مدینہ منورہ میں ان کی قیام گاہ پر دو مرتبہ زیارت کا موقع ملا، جامعہ فاروقیہ کے بعض اساتذہ اور کئی دوسرے جاننے والے جب ان سے ملتے تو ناکارہ کے بارے میں اپنے حسن ظن سے ایسے جملے ارشاد فرماتے، جن کا میں قطعاً اہل نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۴ء) میں ہندوستان کے شہر برن (بلندشہر) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مراد آباد اور حسن پور کے مقامی مدارس میں حاصل کی، ۱۳۶۰ھ (۱۹۴۱ء) میں مظاہر علوم سہارن پور میں داخل ہوئے اور ۱۳۶۳ھ (۱۹۴۴ء) میں وہاں سے دستار فضیلت حاصل کی، اس کے بعد ہندوستان کے مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے، تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی چلتا رہا، اسی زمانے میں ''زاد الطالبین'' مرتب فرمائی، ۱۳۸۴ھ (۱۹۶۴ء) میں آپ پاکستان ہجرت کر کے تشریف لائے، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم لکھتے ہیں:

> ''ایک مرتبہ دار العلوم کراچی میں میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کو اونچے درجے کے اساتذہ کی ضرورت ہوئی، اس وقت حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم ہمارے دار العلوم میں استاذ حدیث تھے، انہوں نے بتایا کہ مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب پاکستان آنا چاہتے ہیں، انہوں نے ہی تجویز پیش کی کہ انہیں بحیثیت استاذ دار العلوم کراچی بلا لیا جائے، حضرت والد صاحب قدس سرہ نے یہ تجویز منظور فرما کر مولانا کو دعوت دی اور مولانا ۱۳۸۴ھ میں آکر دار العلوم سے منسلک ہوگئے۔''

انہوں یہاں پر بارہ سال تدریس وتصنیف اور افتاء وتحقیق میں گذارے، فرماتے تھے، مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ کل سے آپ فتوی لکھا کریں، میں نے اس سے پہلے فتاوی کا کام نہیں کیا تھا، مفتی صاحب کے ارشاد پر اگلے دن سے فتاوی لکھنے شروع کر دیئے، اللہ تعالی نے شرح صدر فرمایا اور پورا دار الافتاء سنبھال لیا۔

۱۳۹۶ھ (۱۹۷۶ء) میں انہوں نے مدینہ منورہ کے لیے ہجرت کی، ان کے شیخ ومربی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ اس سے قبل مدینہ منورہ ہجرت کر چکے تھے، مولانا اپنے شیخ کی خدمت میں رہے اور تصنیف وتالیف میں ان کا ہاتھ بٹاتے رہے، اس وقت سے وفات تک ۲۶ سال مدینہ منورہ ہی کی مبارک فضاؤں میں زندگی کے لمحات گذارے اور اس عرصے میں کئی مقبول ومفید کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سرفہرست ان کی

مقبول عام تفسیر ''انوار البیان'' ہے، جو نو جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور جس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو کر قبول عام حاصل کر چکا ہے، بنگلہ اور دوسری بعض زبانوں میں اس کا ترجمہ شروع ہے۔

ان کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد ۸۰ سے زیادہ تھی، آخر میں سیرت النبی پر کتاب لکھ رہے تھے، چار پانچ سو صفحات ہی لکھے تھے کہ اجل موعود آ پہنچی، ۱۳ رمضان ۱۴۲۲ھ (۲۸ نومبر ۲۰۰۱ء) کو معمول کے مطابق نماز فجر مسجد نبوی میں ادا کی، پھر اذکار و تلاوت میں مشغول ہو گئے، دس گیارہ بجے کے قریب سونے کے لیے لیٹے، ظہر کے قریب اہل خانہ نے جب اٹھانا چاہا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک ہی جست میں سارے فاصلے طے کر چکے ہیں، عشاء کے بعد مسجد نبوی ہی میں امام حرم نے نماز جنازہ ادا کی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے جوان کی زندگی بھر کی مراد تھی اور جسے پانے کے لیے انہوں نے زندگی کے طویل ماہ و سال انتظار کرتے وہاں گذارے تھے!

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا چھو کر بھی نہیں گذری تھی، وہ زہد و استغناء اور سادگی و بذاذت کا پیکر تھے، ان کی سادگی دیکھ کر ان کے بلند مقام کا اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا، ان کے چھوٹے بیٹے مولوی محمد مدنی کا بیان ہے کہ جنوبی افریقہ سے ایک صاحب آئے، گیارہ ہزار ریال بطور ہدیہ خدمت میں پیش کیے، فرمانے لگے ''بھائی! میرے پاس نہ ان کے رکھنے کی جگہ ہے، نہ خرچ کرنے کی۔'' انہوں نے کہا ''میں تو نیت کر چکا ہوں، ہرگز واپس نہیں لوں گا۔'' تو فرمایا ''میں تمہاری نیت کا ذمے دار نہیں۔'' لیکن وہ صاحب نہیں مانے، رقم وہیں چھوڑ کر چلے گئے، ان کے جانے کے بعد اپنے ایک شاگرد سے فرمایا ''ان کو رکھ لو اور جس ادارے نے میری تفسیر شائع کی ہے، ان کو بھیج دو کہ اس رقم کے جتنے سیٹ بنیں، تقسیم کر دیئے جائیں۔''

ان کی ایک آنکھ کا کامیاب آپریشن سولہ سترہ سال پہلے ہو چکا تھا، پھر دوسری آنکھ میں موتیا آ گیا، مگر اس کا آپریشن نہیں کرایا، بیٹے نے آپریشن کے لیے کہا تو فرمانے لگے ''ایک آنکھ سے کام چل تو رہا ہے، دوسری آنکھ کے آپریشن میں وقت ضائع ہوگا اور دین کے کام کا حرج ہوگا......'' آخر میں انہیں عارضہ قلب ہو گیا تھا، ان کے صاحب زادے نے دل کا آپریشن کرنے کے لیے کہا، پوچھنے لگے، کتنا وقت لگے گا؟ جب وقت کا اندازہ بتلایا تو فرمایا ''اتنے عرصے بیکار پڑا رہوں، ایسا ہم سے نہ ہوگا۔''

ایسے بے نفس اور بزرگ لوگ خال خال ہی ہوتے ہیں اور ان کا وجود پوری امت کے لیے باعث خیر و برکت ہوتا ہے، ان کی تصانیف کی روشنی انشاء اللہ مدتوں بھٹکے ہوئے مسافروں کو راہِ حق دکھاتی رہے گی، اس سے بڑھ کر توشہ آخرت اور کیا ہو سکتا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

☆☆☆